# حضرت سعد بن معاذؓ

عہدِ رسالت کے نوجوان شعلہ بیان خطیب مصعب بن عمیرؓ مدینے میں خطابت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ رسول اکرمؐ نے ہجرت سے بہت پہلے ان کو مدینے میں انصار کی درخواست پر تبلیغ اسلام کے لیے روانہ کر دیا تھا۔ حضرت مصعبؓ، حضرت اسعد بن زرارہ کے ہاں فروکش تھے۔ یہ دونوں ایک دن بیٹھے اپنی سرگرمیوں کا جائزہ لے رہے تھے۔

اسعد بن زرارہ نے کہا۔

"اگر سعد بن معاذ اسلام قبول کر لیں تو کوئی دو آدمی بھی کافر نہ رہ سکیں گے۔"

حضرت اسعد کا خیال صحیح تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سعد بن معاذ سید الاوس (قبیلہ اوس کے سردار) کہلاتے ہیں۔ سیادت انھیں آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔

"معاذ و کبشہ کا یہ ہونہار بیٹا بذاتِ خود بھی ایک اعلیٰ شخصیت کا مالک ہے۔ لوگ اس کی بات کو غور سے سنتے ہیں، اس کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ اس کے فیصلے پر گردنیں جھکا دی جاتی ہیں۔ یہ اگر مشرف باسلام ہو جائے تو کوئی تعجب نہیں کہ سارا قبیلہ مشرف باسلام ہو جائے۔"

لیکن اندیشہ صرف یہ تھا کہ کہیں سعد بن معاذ انکار نہ کریں۔ کیونکہ مدینہ میں مصعبؓ کی کامیابی پر حیرت اور اپنی قوم کے ان افراد پر جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، رنج و ملال کا اظہار سرسری طور پر وہ ایک مرتبہ کر چکے تھے۔ لیکن ایک مبلغ کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ روشن پہلو

پر نظر رکھے، مایوس نہ ہو، اور پھر ایک مبلغ کا کام بھی تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ اپنے قول و عمل سے پیغام پہنچا دے۔ رہی ہدایت؟ تو وہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ یہی سوچ کر حضرت مصعبؓ نے سعد بن معاذ سے ملنے کا ارادہ کر لیا۔

---

ایک دن جب سورج مشرق سے طلوع ہو چکا تھا اور لمحہ بہ لمحہ مدینے کے گوشے گوشے کو منور کر رہا تھا۔ لیکن ہنوز سعد بن معاذ کا نہاں خانۂ دل تاریک تھا، آنکھیں بے نور تھیں۔ سعد پر بت پرستی کے بادل منڈلا رہے تھے۔ آفتاب ہدایت کی ایک کرن جو مدینے میں ضیا بار تھی سعد بن معاذ پر چھائے ہوئے باطل کے سیاہ سائے کو دور کرنے چلی۔ حضرت مصعبؓ نے سعد سے ملاقات کی اور بڑے نرم و سبک لہجے میں کہا:

"میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ میری بات بیٹھ کر اطمینان سے سن لیں ماننے نہ ماننے کا آپ کو اختیار ہے میں جبر نہیں کرتا۔"

سعد سلجھے دماغ کے آدمی تھے انھوں نے منظور کر لیا۔ حضرت مصعبؓ نے اسلام کی حقیقت بیان کرنا شروع کی۔ توحید و رسالت کی حقیقت سمجھائی۔ بت پرستی کے باطل عقائد کو بے نقاب کیا۔ حقائق و معارف کے خزینے کھولے۔ سعد بن معاذ کی آنکھوں میں نور پیدا ہو رہا تھا۔

جب مصعبؓ بن عمیر نے اپنا سلسلۂ کلام منقطع کیا تو دیکھا کہ سعد کے دل کی روشنی آنکھوں کے دریچوں سے چھن رہی ہے۔ سعد نے کلمۂ توحید و رسالت پڑھ کر کفر و ضلالت کے اس بت کو جو انھوں نے اپنے دماغ میں بٹھا رکھا تھا توڑ ڈالا۔

مصعبؓ نے تبلیغ کی، خدا نے ہدایت دی۔

مصعبؓ کی مسرتیں دوبالا ہو گئیں۔ جب سعد گھر پہنچے تو ابھی کسی سے بات بھی نہ کر پائے تھے کہ تاڑنے والوں نے تاڑ لیا، بولے۔

"سعد! آج تمھارا چہرہ وہ نہیں جو تھا۔"

سچ ہے کہیں ظلمت کفر اور نور ایمان کا فرق چھپ سکتا تھا۔

سعد نے قبیلے والوں سے سوال کیا

"میں تم میں کس درجہ کا آدمی ہوں؟"

سب نے اقرار کیا

"آپ ہمارے صاحبِ فضیلت سردار ہیں"

اس کے بعد سعد نے ایک ایسا جملہ کہا مگر ایسا بھرپور جملہ کہ اس میں ناز بھی تھا اور شوخی بھی۔ حکم بھی تھا اور خواہش بھی۔ انھوں نے کہا،

"تم لوگ جب تک مشرف باسلام نہ ہوگے میں تم سے بات نہ کروں گا"

قبیلہ اوس کو اپنے محبوب سردار پر پورا پورا اعتماد تھا۔ وہ جانتے تھے کہ سعد کا فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔ کبھی سعد غلط اقدام نہیں کر سکتے۔

سورج ابھی دامن مغرب میں منہ چھپانے بھی نہ پایا تھا کہ مدینے کے درو دیوار غلغلۂ توحید و رسالت سے گونج اٹھے۔ سعدؓ کے اس باسعادت قبیلہ میں ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جس نے مشرف باسلام ہونے میں تامل یا انکار کیا ہو۔ انھیں جب اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تو نہ سعد نے انکار کیا اور نہ ان کے قبیلے نے۔ حضرت سعدؓ کی یہ اتنی بڑی خوش نصیبی تھی کہ آج ان کو انصار کے "صدیق اکبر" کہا جاتا ہے۔ اس بارے میں سعد تمام صحابہ میں ممتاز ہیں۔ یہ عقبۂ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیانی عرصے کی بات تھی۔ اس کے بعد انھوں نے حضرت مصعبؓ کو اسعدؓ بن زرارہ کے پاس سے اپنے ہاں منتقل کر لیا تھا۔

---

جب مدینہ کو سرورِ کائناتؐ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس کے کچھ ہی دنوں بعد سعدؓ بن معاذ عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔ امیہ بن خلف سے دوستی تھی۔ اسی کے پاس قیام کیا۔ وہ جب مدینہ آتا تو انھیں کے پاس ٹھہرتا تھا اور جب یہ مکّہ جاتے تو اسی کے ہاں فروکش ہوا کرتے تھے۔ اب یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب مکہ میں شمع رسالت روشن ہوئی تو ایک دوست نے مکہ میں رہ کر آنکھیں بند کر لیں اور دوزخ کی راہ لی اور دوسرے نے تین سو میل دور مدینہ میں رہ کر بھی اس شمع سے آنکھیں روشن کر لیں اور جنت کے لیے رختِ سفر باندھا۔ بات اپنے اپنے

نصیب کی ہے مکّے میں رہ کر باغ نبوت سے ابوجہل، ابولہب اور امیہ نے اپنے دامن میں کانٹے سمیٹے اور سعدؓ مدینے میں، نجاشیؓ حبش میں اور اویسؓ نے قرن میں رہ کر اپنے دامن کو اسی گلستانِ نبوّت کے پھولوں سے بھر لیا۔

بہرحال حضرت سعدؓ نے صرف دوستی کی وجہ سے امیہ بن خلف کے پاس قیام کیا تھا۔ انھوں نے امیہ سے کہہ رکھا تھا کہ جب حرم خالی ہو تو مجھے بتانا میں کعبہ کا طواف کروں گا۔ دوپہر کے وقت جب سب اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے اور خانہ کعبہ بت پرستوں سے خالی نظر آیا تو امیہ نے اطلاع دی۔ سعد امیہ کو ساتھ لے کر طواف کرنے چلے۔ راستے میں ابوجہل ٹکرا گیا۔ نیا چہرہ دیکھ کر پوچھا:

"امیہ! یہ کون ہے؟"

امیہ نے کہا

"سعد ہیں اوس کے سردار"

ابوجہل کی رگ جہالت پھڑک اٹھی۔

"اچھا تو یہ بات ہے، بے دینوں کو اپنے گھر میں پناہ دے کر تم ان کے انصار بنے پھر رہے ہو اگر تم ساتھ نہ ہوتے تو میں اس کا گھر پہنچنا دشوار کر دیتا۔"

باطل جب اکڑ سکتا ہے تو پھر حق کو دبنے کی کیا ضرورت ہے؟ سعد نے بھی کڑک کر جواب دیا۔

"روک کر دیکھو۔ میں تمہارا مدینے کا راستہ بند کر دوں گا۔"

حضرت سعدؓ کا مطلب یہ تھا کہ تمہارا وہ راستہ جو مدینے سے ہو کر شام کو جاتا ہے اور پھر تم بھوکوں مرو گے۔

بات بڑھتی دیکھی تو امیہ بیچ میں بول اٹھا۔

"سعد! یہ ابوالحکم ہیں۔ ان سے نرم لہجے میں بات کرو۔"

ابوجہل کی اصلی کنیت ابوالحکم ہی تھی لیکن اسلام کے بارے میں جہالت اس کا طرۂ امتیاز تھی اس لیے حضورؐ نے اسے ابوجہل فرمایا تھا اور اب وہ اسی کنیت سے مشہور ہے۔ لیکن سعد کب

دبنے والے تھے، کہا،

"ہنڈلیجی۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ اس کو مسلمان قتل کریں گے۔"

حضورؐ کے صادق القول ہونے میں کس کو کلام تھا۔ ابوبکرؓ ہوں یا ابولہب، ابوحذیفہؓ ہوں یا عقبہ، علیؓ ہوں یا ابوجہل، اس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم سب برابر تھے۔ الصادق والامین کی پیشگوئی سنی تو کان کھڑے ہو گئے، پوچھا۔

"کیا مکے میں آکر ماریں گے یا مدینے میں؟"

سعدؓ نے جواب دیا۔

"اس کی مجھے خبر نہیں"

سعدؓ کو جگہ کا علم نہیں تھا مگر قسام ازل تو جانتا تھا کہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کی جگہ "میدان بدر" ہے۔

---

غزوۂ بدر کے موقع پر حضورؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو حضرت سعدؓ نے اٹھ کر کہا،

"اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ پر ایمان لائے۔ رسالت کی تصدیق کی۔ اس بات کا اقرار کیا کہ جو کچھ آپؐ لائے ہیں حق اور درست ہے۔ سمع و طاعت پر آپؐ سے بیعت کی، پس جو ارادہ ہو کیجیے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو اپنا نبی بنا کر بھیجا اگر آپؐ سمندر میں کودنے کو کہیں تو ہم حاضر ہیں۔ ہمارا ایک آدمی بھی گھر میں نہ بیٹھے گا۔ ہم کو لڑائی سے بالکل خوف نہیں اور انشاء اللہ ہم میدان میں صادق القول ثابت ہوں گے۔ خدا ہماری طرف سے آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔"

حضورؐ کا رخ انور ان فدایانہ جذبات پر چمک اٹھا۔ آپؐ نے قبیلہ اوس کا علمبردار اسی سردار اوس کو بنایا۔

---

غزوۂ احد کے مشورے میں حضورؐ کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر دفاع کیا جائے مگر انصار کے بعض نوجوانوں کے سروں میں شہادت کا سودا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کریں۔ کثرت رائے اسی نوجوان طبقہ کے ساتھ تھی اس لیے حضورؐ بھی راضی ہو گئے۔

جب حضورؐ زرہ پہننے کے لیے اندر تشریف لے گئے تو سعدؓ بن معاذ اور اسیدؓ بن حضیر نے کہا:

"تم لوگوں نے حضورؐ کو باہر چلنے پر مجبور کیا ہے ہو سکتا ہے کہ آپؐ کی رائے وحی کی بنا پر ہو اس لیے اپنی رائے واپس لے لو۔"

جب حضورؐ زرہ پہن کر، تلوار اور ڈھال لگا کر آستانہ نبوت سے برآمد ہوئے تو سب نے ندامت ظاہر کی اور عرض کی ہمیں آپؐ کی مخالفت مقصود ہے نہ منظور، جو حکم ہو ہم تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔ لیکن حضورؐ نے فرمایا،

"اب اس مسئلہ پر گفتگو بے سود ہے جب نبی زرہ پہن لیتا ہے تو پھر جنگ کا فیصلہ کر کے ہی اتارتا ہے۔"

یہی سعدؓ بن معاذ ہیں جن کو غزوۂ احد میں آستانۂ نبوت پر پہرہ دینے کا شرف بھی حاصل ہوا اور میدان جنگ میں حضورؐ کی ثابت قدمی کے ساتھ جو چند صحابہ داد شجاعت وصول کر رہے تھے انھیں میں ایک یہ بھی تھے۔

---

جنگ خندق میں سعدؓ بن معاذ کی والدہ کبشہ اسی قلعہ میں تھیں جس میں حضرت عائشہؓ پناہ گزین تھیں۔ حضرت عائشہؓ قلعہ سے نکل کر باہر پھر رہی تھیں کہ عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ مڑ کر دیکھا تھا تو سعدؓ بن معاذ ہاتھ میں حربہ لیے بڑے جوش سے آگے بڑھے جا رہے تھے اور زبان پر یہ شعر تھا:

(ترجمہ) ذرا ٹھہر جا تاکہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے۔ وقت جب آگیا تو موت سے کیا ڈر؟"

ان کی ماں حضرت کبشہؓ نے سنا تو بولیں۔

"بیٹے، دوڑ کر جا، تو نے دیر لگا دی۔"

حضرت عائشہؓ نے کہا،

"سعد کی ماں! کاش سعد کی زرہ لمبی ہوتی، دیکھ ان کے ہاتھ باہر نکلے ہیں۔"

صدیقہؓ کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا۔ میدانِ جنگ میں پہنچے تو ابن العرقہ نے تاک کر

کھلے بازو پر تیر مارا تو اکل کی رگ (ہفت اندام) کٹ گئی۔ زخم گہرا تھا جنگ کے بعد حضور اکرمؐ نے ان کے لیے مسجد نبوی کے صحن میں ایک خیمہ لگوا دیا تھا۔

رفیدہ اسلیہ جو طبیبہ تھیں اور میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں حضورؐ نے انہی کو سعدؓ بن معاذ کے علاج پر مامور فرمایا اور خود حضورؐ ان کی دیکھ بھال فرمایا کرتے تھے۔

اسی علالت کے دوران حضرت سعدؓ نے بنو قریظہ کی درخواست پر اپنا وہ مشہور تاریخی فیصلہ دیا جس سے بنو قریظہ کا استیصال ہو گیا۔ وہ ایک خچر پر سوار جب فیصلہ کرنے آئے تو حضورؐ نے اسی موقع پر انصار سے فرمایا تھا:

"اپنے سردار کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔"

---

حضرت سعدؓ اس علالت سے جاں بر نہ ہو سکے۔ ایک دن زخم اچانک کھل گیا، اور بے انتہا خون بہہ گیا۔ حضورؐ کو جیسے ہی اطلاع ملی آپؐ چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔ لیکن حضورؐ کے پہنچنے سے پہلے کارکنان قضا و قدر اپنا کام کر چکے تھے۔

حضرت سعدؓ کی نعش کو حضورؐ اپنے زانو پر لیے دیر تک بیٹھے رہے لوگ جمع ہونے لگے حضرت ابو بکرؓ آئے تو نعش دیکھ کر ایک چیخ ماری۔

"ہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔"

حضورؐ نے سنا تو منع فرمایا۔

"ابو بکرؓ ایسا نہ کہو۔"

شاید مطلب یہ تھا کہ اصل ناصر و مددگار خدا ہے اور خدا زندہ ہے۔

حضرت عمرؓ رو رو کر انا للہ پڑھ رہے تھے۔

جنازہ اٹھا تو رحمۃ للعالمین بھی ساتھ تھے فرمایا،

"سعدؓ کے جنازے کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہیں۔"

نعش بہت ہلکی ہو گئی تھی۔ منافقین نے طنز کیا تو آپؐ نے فرمایا،

"سعدؓ کا جنازہ فرشتوں نے اٹھا لیا تھا اور ان کی موت پر عرش لرز گیا تھا۔ تدفین کے

بعد حضورؐ واپس ہوئے تو بے حد افسردہ تھے۔ ریش مبارک ہاتھ میں تھی اور آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔

ایک مرتبہ کسی نے حضورؐ کی خدمت میں حریر و ریشم کا جبہ پیش کیا۔ صحابہؓ اسے دیکھ دیکھ کر اس کی نفاست اور نرمی پر تعجب کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا،

"تم اس پر تعجب کر رہے ہو حالانکہ جنت میں سعد کے رومال اس سے زیادہ نفیس اور ملائم ہیں۔"

حضرت سعدؓ فخر و مباہات کے طور پر نہیں بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر اپنی کیفیت قلبی بیان کیا کرتے تھے۔

"میں ایک معمولی آدمی ہوں لیکن تین باتوں میں جس مرتبے کو پہنچنا چاہیے پہنچ چکا ہوں۔"

ایک تو یہ کہ جب کوئی بات حضورؐ سے سنتا ہوں تو اس کے منجانب اللہ ہونے کا یقین کامل ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ نماز میں میرا خیال منتشر نہیں ہوتا، تیسری یہ کہ جب کسی جنازے کے ساتھ ہوتا ہوں تو منکر نکیر کے سوالات کی فکر دامنگیر ہوتی ہے۔

حضرت بن مسیبؒ مشہور تابعی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"یہ خصلتیں انبیاء میں ہوتی ہیں۔"